بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

آخر ہندی کے نادان دوستوں اور پُر جوش حامیوں کی ناسمجھی اور بے احتیاطی رنگ لائی اور آج ملک کی قومی زبان کا مسئلہ وقت کا سب سے اہم اور نازک مسئلہ بن کر رہ گیا۔ اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ حکومت نے جو لسانی کمیشن مقرر کیا تھا اُس کے ایک رکن ڈاکٹر سُونتی کمار چیٹرجی نے جو ماہرِ لسانیات کی حیثیت سے بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں انگریزی کی جگہ ہندی کو سرکاری زبان بنانے کی مخالفت میں ایک طویل اور نہایت فاضلانہ اختلافی نوٹ لکھا جس کی تائید ایک دوسرے رکن نے بھی کی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس نوٹ میں صاف طور پر ان خطرات سے آگاہ کر دیا تھا جو عجلت پسندی کے ساتھ ہندی کو انگریزی کی جگہ دے دینے سے رونما ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جس اندیشہ کا اظہار کیا تھا وہ صحیح نکلا۔ چنانچہ ماہ دسمبر کے وسط میں جنوبی ہند میں زبان سے متعلق جو اجتماع ہوا تھا اس میں شری راجگوپال اچاریہ، ڈاکٹر راما سوامی آئر اور سر مرزا محمد اسماعیل جیسے لائق فخر فرزندانِ ہند نے اپنی تقریروں میں بالکل غیر مشروط طریقہ پر ہندی کو سارے ملک کی سرکاری زبان بنانے کی شدید مخالفت کی اور ایسے تُند و تیز لہجے میں کی کہ شمالی ہند کے در و دیوار لرز اُٹھے۔ اس کے بعد اسی ماہ کے آخری ہفتہ میں کلکتہ میں ملک کے مصنفوں کی ایک کانفرنس ہوئی اس میں بھی مقررین نے ہندی کی مخالفت میں سخت تقریریں کیں اور رزولیوشن منظور کئے اس کے فوراً بعد ہی احمد آباد میں آل انڈیا بنگالی لٹریری کانفرنس ہوئی اس میں بھی اسی قسم کے خیالات و افکار کا اسی قسم کی زبان میں اظہار کیا گیا۔ یہ اجتماعات اگرچہ الگ الگ ہوئے لیکن جہاں تک زبان کا تعلق ہے اُن کے مطالبات میں امرِ مشترک یہ ہے کہ

(۱) ہندی کو ملک کی سرکاری زبان بنانے سے متعلق دستور میں جو دفعہ ہے اُس میں ترمیم کی جائے،

(۲) دستور میں جن چودہ زبانوں کا ذکر ہے اُن سب کو قومی زبان تسلیم کیا جائے۔

(۳) مذکورۂ بالا زبانوں کے ساتھ ساتھ انگریزی کو بھی قومی زبان تسلیم کیا جائے۔

حکومت کے لسانی کمیشن پر غور و خوض کرنے کی غرض سے پارلیمنٹ نے مختلف زبانوں کے نمائندوں کی ایک سب کمیٹی بھی مقرر کی ہے جس میں اردو کے نمائندے مولانا محمد حفظ الرحمن ہیں۔ اس کمیٹی کے سامنے بڑا اہم اور کٹھن مرحلہ ہے اور ملک کی نگاہیں اس کی رپورٹ پر لگی ہوئی ہیں۔ مدراس، کلکتہ اور احمد آباد کے اجتماعات کے بعد مشرقی اور جنوبی ہند کے اخبارات کا رویہ بھی ہندی کے متعلق کافی بدلا ہوا نظر آتا ہے جس سے یہ قیاس کرنا بے جا نہیں ہے کہ اگر سرکاری زبان کی اس گتھی کو حزم و احتیاط اور انصاف کے جذبہ کے ساتھ سلجھانے کی کوشش نہیں کی گئی تو بقول شری راجگوپال اچاریہ کے اس کا نتیجہ ملک کی وحدت و اتحاد کے حق میں بے حد خطرناک ثابت ہو سکتا ہے، موصوف نے اس سلسلہ میں وزیر اعظم جواہر لال نہرو کی کلکتہ والی تقریر کا جواب دیتے ہوئے یہ بالکل بجا فرمایا کہ مذہب کے بعد زبان ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے ایک انسان سب سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ اس لئے اگر زبان کے اختلاف کے قضیہ کو عدل و انصاف اور رواداری کے ساتھ طے نہ کیا جائے تو اُس سے سخت تفرقے پیدا ہو سکتے ہیں۔ پنجاب میں مہینوں تک جو کچھ ہو چکا ہے وہ سب کو معلوم ہی ہے بہر حال ہم شروع سے ہی جو کہتے آرہے تھے کہ محض اُردو کی مخالفت میں ہندی کو ملک پر ٹھونسنے کی جارحانہ پالیسی خود ہندی اور ملک کے حق میں مہلک ثابت ہوگی آج حالات و واقعات اُس کی حرف بحرف تصدیق کر رہے ہیں مگر اب بھی کچھ زیادہ بگڑا نہیں ہے۔ ابھی وقت ہے کہ "زندہ رہو اور زندہ رہنے دو" کے اصول پر اس مسئلہ کو طے کر لیا جائے۔ "ہندی بے شبہ ایک دن سارے ملک کی سرکاری زبان ہوگی" لیکن ملک کی وحدت اُسی وقت قایم رہ سکتی ہے جب کہ دستور کی باقی زبانوں کے ساتھ بھی پریم اور عدل و انصاف کا معاملہ کیا جائے اور ان زبانوں میں ایک اُردو بھی ہے۔"

عجیب بات ہے کہ ادھر ہندی کے خلاف یہ ہنگامہ آرائی اور دوسری جانب شمالی ہند کی چشم تمنا